رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

اخبار

الحکم

ایڈیٹرز

شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

(ابن یعقوب) شیخ محمود احمد عرفانی قادیانی

نمبر ۳۶ | قادیان | ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء | دارالامان | جلد ۲۳

فہرست مضامین

اسلامیہ کالج لاہور میں نازک حالت ... صہ

اسلامیہ کالج لاہور میں سٹرائک ... صہ

اسلامی تذکرہ ... صہ

عجائبات عالم ...

لندن میں نماز با جماعت ... صہ

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے ... صہ

اسلامیہ کالج لاہور میں نازک حالت

کالج پر قبضہ کر لینے کی دھمکی - پولیس بھی بلائی گئی

لاہور ۱۸ - نومبر - انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے اس فیصلہ کے بعد کہ کالج کا الحاق یونیورسٹی سے قائم رہے - پرنسپل نے ۱۶ - نومبر کو کالج کھولدیا تمام کلاسوں میں حاضری بہت خاصی تھی - اور دن امن سے گزر گیا اسی دن پرنسپل نے ان طلبا کو بلایا جو کالج کے امن میں خلل ڈالنے میں سرگرم اور کئی ماہ سے فسادات کالج کے سرغنہ رہے تھے - اٹھ طلبا کو امن سے کالج سرٹیفکیٹ لے کر چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے - سب نے انکار کر دیا - اس لیے پرنسپل نے کالج کمیٹی کی منظوری سے ان کو معطل کر دیا - صرف ان ہی کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا - اسی شام کو شہر میں ایک جلسہ کر کے قرار دیا گیا کہ پرنسپل کالج اور آنریبل میاں فضل حسین سیکرٹری سے استعفے دینے کا مطالبہ کیا جائے اور اگر وہ نہ مانیں تو لوگ کالج پر قبضہ کر لیں - **پرنسپل سے بدسلوکی** دوسرے دن آٹھوں معطل طلبا جماعت میں شریک ہوئے جب ان کو باہر نکالا گیا تو انھوں نے معہ اور بیس طلبا کے فساد کیا جس کے باعث لکچر بند کرنے پڑے پرنسپل مارٹن اپنے کمرے میں آنریبل نواب ذوالفقار علی خاں صدر انجمن اور آنریبل چودھری شہاب الدین نائب صدر سے گفتگو کر رہے تھے - جو یہ دیکھنے آئے تھے کہ کالج میں کیا ہو رہا ہے - اس وقت پرجوش طلبا کا ایک گروہ کمرہ میں چلاتا اور دھمکیاں دیتا ہوا گھس آیا - دونوں ممبران انجمن نے ان کو خاموش رہنے کے لیے کہا - مگر بے سود - انھوں نے پرنسپل کو گالیاں اور دھمکیاں دیں اور دھکے دیئے اس لیے کالج بند کیا گیا اور کالج عملہ کے دو اور اراکین مولوی نظام الدین اور مولوی حاکم علی کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا - **پولیس کا پہرہ کالج میں** - بدھ کی شام کو کالج کا جلسہ ہوا - اور انجمن کالج نے حالت پر بحث کی اور باوجود فساد کے کالج جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور ڈپٹی کمشنر سے درخواست کی کہ پولیس سے کالج کی حفاظت کرائی جائے - جب جمعرات کی صبح کو پرنسپل نے کالج کھولا - تو ۲۰ پولیس کانسٹبل ایک سب انسپکٹر کے زیر تحت کالج میں موجود تھے - **کالج میں جزوی ہڑتال** یہ امید تھی کہ پولیس کے زیر حراست کالج میں لیکچر ہوتے رہیں گے کیونکہ طلبا کی زیادہ تعداد تعلیم کی خواہاں تھی - پرجوش تقریروں کو جو رات کو شہر میں ہوئی تھیں - بدھ کے دن جو فساد کالج میں ہوا اور کالج بند کیا گیا ان باتوں سے کالج میں جزوی ہڑتال رہی - تقریباً نصف طلبا نے لیکچروں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا - انھوں نے کالج کے برآمدوں اور زینوں میں اس قدر شور جاری رکھا کہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد کام بند کرنا پڑا - **کالج ہال پر ڈاکٹر کچلو کا قبضہ** - ۱۱ بجے سے پیشتر ڈاکٹر کچلو وغیرہ کالج میں آئے اور کالج ہال اور احاطہ پر قبضہ کر لیا اور ایک جلسہ باہر کے لوگوں اور اپنے حامی طلبا کو کہا اور پرنسپل کی اس درخواست کی کہ وہ وہاں سے چلے جائیں پرواہ نہیں کی - اس میں شک نہیں کہ صرف پولیس کی موجودگی سے فساد نہیں کر سکے - اور پرنسپل کو اس دن بھی کالج بند کرنا پڑا ◆◆

(انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر نے چھپا اور تراب منزل سے شائع ہوا)

غرض اس قسم کے مشاہدات ہمیں بتلاتے ہیں کہ بقاءِ نسل کی اہمیت کا احساس حیوانات میں کس قدر قوی ہے۔ انسان بھی اس تقاضا، فطرتی میں ان کے شریک حال ہے۔ لیکن ان میں اور اس میں ایک فرق ہے کہ حیوانات اپنے طبعی خواص اور قویٰ اور افعال وغیرہ ہو بہو اپنی نسلوں میں منتقل کر کے ان کی کماحقہ حفاظت کرتے ہیں۔ اور وہ بارِ امانت جس کے متعلق قرآن شریف آیا ہے کہ زمین و آسمان نے (ابین ان یحملنھا وحملھا الانسان) اس میں خیانت کرنے سے انکار کیا۔ انسان نے اس میں خیانت کی۔ اور اُس کو پورا ادا نہیں کیا سب کائنات اپنے اپنے مقررہ افعال اور واجبات کو اپنی طبیعت کے موافق ادا کر رہے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ انسان بھی جہانتک کہ اس کی طبعی شہوات کا تعلق ہوتا ہے۔ وہ اپنے واجبات کو سمجھتا اور انھیں ادا کرتا ہے۔ مگر شہوات کے تقاضوں کو اسطرح پر ادا کرنا کوئی خوبی نہیں یہ ایک طبعی فعل ہے۔ جو کہ ایک پتھر بھی کر رہا ہے۔ لیکن جہاں کہ عقل و فکر اور اخلاق و تقویٰ کا تعلق ہوتا ہے وہاں انسان اُس الٰہی امانت کو ادا نہیں کرتا۔ بلکہ اُس میں خیانت کرتا ہے یعنی اُسے اس بات کی مطلق پروا نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے جو اعلیٰ قویٰ جو اُس کو دیئے ہیں جو علم و معرفت اسے عطا کی ہے۔ اور جو جو اخلاقِ فاضلہ کے متعلق اسے ادراک دیا ہے اور جو تقویٰ کے اصول و قواعد اسے سکھائی ہیں ان کو بھی کماحقہ اپنی اولاد تک پہنچانے کی فکر و کوشش میں رہے۔ وہ صرف اپنی شہوات نفسانی پر اکتفا کر کے اصل مقصدِ زندگانی کو نظرانداز کر دیتا ہے یہ وہ خیانت ہے جس کا انسان مرتکب ہوتا ہے۔ اور یہ خیانت اُس سے کئی طریق سے سرزد ہوتی ہے:۔

۱۔ اوّل یہ کہ وہ اپنی خداداد استعدادات اور طاقتوں کو اعمال صالحہ کی آبپاشی سے مثمر نہیں بناتا۔ یا بداعمالی سے انھیں بگاڑ کر ان کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ اور اسطرح اُس کی وہ استعدادیں اور قوتیں اُس کی اولاد میں اوّل تو پورے طور پر منتقل نہیں ہوتیں اور اگر ہوتی ہیں تو مسخ شدہ صورت میں ہوتی ہیں۔ دوم اگر فرض کر لیا جائے کہ اس میں الٰہی قوتوں اور اعلیٰ اخلاقوں کا بیج صحیح و سالم موجود ہے اور اُس بیج میں عملی تقویٰ کی روح بھی محفوظ ہے۔ مگر وہ جس زمین کو اختیار کرتا ہے بالکل ناقص ہوتی ہے۔

صرف باپ کی اپنی ہی صلاحیت الٰہی امانت کے محفوظ رکھنے اور اس کے منتقل کرنے کے لیے کافی نہیں بلکہ اُس کی حفاظت و بقا میں ماں کا بھی بہت سا دخل ہوتا ہے۔

بسا اوقات ہمنے دیکھا ہے کہ اگر باپ بچے پر نماز کے چھوڑنے یا کسی بداخلاقی کی وجہ سے سختی کرتا ہے تو جاہل ماں باپ کی طرف غصے سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی ہے اور جوں ہی کہ وہ باہر جاتا ہے بچے کو گلے لگا کر اُس کے ساتھ آہیں بھرتی اور اس کی دلجوئی کرنی شروع کر دیتی ہے اور اُس کے منہ سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جس سے انجان بچے کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ کہ اس کا باپ واقعہ میں بڑا ظالم ہے۔ نماز جیسی معمولی بات پر اس نے ایسی سختی کی۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ایک طرف سے نماز کی قدر اُس کے دل سے جاتی رہتی ہے۔ ...... اور دوسری طرف باپ کی اطاعت کی رغبت کم ہوتے ہوتے آخر کار حقوق والدین اور کفرِ الٰہی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ ابتداء میں تو یہ معمولی بات نظر آتی ہوگی مگر اس کا نتیجہ اخلاق و تقویٰ کی تباہی ہو جاتا ہے۔ بچے کی سادہ فطرت راست گوئی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور اگر اُس نے کوئی نقصان کر دیا ہے تو پوچھنے پر وہ صاف صاف کہ اُس نے کیا ہے۔ مگر یہ مائیں ہوتی ہیں۔ جو اُسے سکھاتی ہیں کہ کہو میں نے نقصان نہیں کیا۔ اور اس طرح وہ انھیں آگاہ کرتی ہیں کہ دنیا میں واقعات کے خلاف کہنا بھی کوئی شے ہے۔ سوم جیسا کہ بیوی کے انتخاب کرنے میں خطرناک غلطیاں ہوتی ہیں ایسا ہی شوہر کے انتخاب کرنے میں غلطیاں ہو جاتی ہیں اور ایک نیک اور صالحہ بیوی کسی خبیث انسان کے حوالے ہو کر تباہ ہو جاتی ہے۔ ایک احمدی خاتون کی شادی اُس کے والد نے غیر احمدی کے ہاں کر دی۔ اب اس کے خط آتے ہیں کہ اس کا خاوند دین سے اس قدر نفرت رکھتا ہے۔ کہ اگر وہ اُسے قرآن مجید پڑھتے پالے تو غصے سے قرآن مجید اس سے چھین کر ایک طرف پھینک دیتا ہے اور اُسے کہتا ہے کہ تم یہ جادو کیا پڑھ رہی ہو؟ اور کئی دفعہ وہ اُسے نماز پڑھتے دیکھ کر اُس کے پاس جاتا۔ اور اُس کا منہ ادھر اودھر پھیر کر نماز تڑوا دیتا ہے۔

یہ اور اس سے بدتر حال ان صالحہ خاتون کا ہوتا ہے جن کی شادی بُرے مردوں سے ہو جاتی ہے۔ اور یہی صالحہ عورتیں اگر کسی صالحہ مردوں کی بیویاں بنتیں تو وہ الٰہی منشاء جو اس قانونِ بقاءِ نسل میں تھا۔ اچھی طرح پورا ہوتا۔ اور انسان اس بارِ امانت سے حتی الوسع سبکدوش ہو جاتا۔ مگر لوگ اس امر میں جلدبازی کرتے ہیں اور اُن کا مقصد ظاہر حسن اور طبیعت کی ادنیٰ خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ بہت ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ اور بدقسمتی کی موت مرتے ہیں۔ یہ یاد رکھو کہ تمھاری زندگی کی اغراض صرف تمھاری اپنی ہی ذات تک محدود نہیں اور اگر تم میں سے کوئی علم و فضل اور اخلاق و تقویٰ اپنے اندر رکھتا ہے تو اُس کا فرض یہ ہے کہ جبتک وہ اُن کی حفاظت اور بقاء کا سامان مہیا نہ کر لے ہرگز ہرگز آرام و راحت کی زندگی بسر نہ کرے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ اُس وقت تک مضطر اور بے قرار رہے جبتک وہ اُس مقدس امانت کو جو مشیت الٰہی نے اس کی فطرت کو سونپی ہوئی ہے۔ بقا کا ایک نیا لباس پہنا دے فٹ بال کی کھیل میں تم دیکھتے ہو۔ کہ جب ایک

مدمقابل کا کھلاڑی دوسرے کھلاڑی سے فٹ بال چھیننا چاہتا ہے۔ تو وہ اُس کو اس سے بچانے کی حتی الوسع کوشش کرتا ہے اور اُس کو ایک طرف سے دوسری طرف لیے لیے بھاگتا پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے محفوظ رکھنے کی اب سوائے اسکے کوئی صورت نہیں کہ وہ اسکو اپنی ہی ٹیم کے کسی ہوشیار لڑکے تک پہنچا دے۔ جہاں وہ اُس مقابل غنیم کی دست برد سے محفوظ رہے گا۔ ٹھیک اُس لڑکے کی طرح تمھارا حال ہونا چاہیئے۔ موت کا غنیم تم سے الٰہی امانت کو چھین کر ضائع کرنا چاہتا ہے۔ اور پیشتر اس کے وہ تم پر حملہ آور ہو۔ اس بار امانت کو اپنی اولاد تک پہنچا دو۔ اور اس کو پورے طور پر پہنچا دو اور جہاں تک کہ تم سے ہو سکتا ہے اس کے پہنچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے صحیح سامان اور صحیح اسباب پیدا کرو۔ خود اپنے آپ کو صالح اور متقی بناؤ۔ اور جس سامان کو تم اختیار کرنا چاہتے ہو۔ وہ صالح سامان ہو اور اگر اس میں کچھ نقص ہے تو اس کی اصلاح کرو۔ اور جو ثمرات پیدا ہوں اُن کو اجتماعی مفاسد کے بسبب بگڑ جانے سے بچاؤ۔ اور ان کی تربیت جیسی کہ چاہیئے کرو۔ اگر تم نے ان میں سے ایک بات میں بھی کوتاہی کی تو یقین جانو کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم امانت دار نہیں کہلا سکتے؟

لوگ عموماً زوجین کی انتخاب میں جمال اور مال اور حسب وجاہ کو نصب العین رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہدیث یں اث علیك بذات الدین۔ یعنی تمھارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ دین دار عورت اختیار کرو تاکہ تم اُسکے ذریعے سے اُس عظیم الشان امانت کو بغیر کم و کاست کے ادا کر سکو۔

دین ہی ایک ذریعہ ہے جس سے انسان پورا پورا تقویٰ حاصل کر سکتا ہے۔ صرف دین ہی ایک وسیلہ ہے جس سے انسان کی عقل و فکر۔ اس کا علم و عرفان۔ اس کی استعدادیں اور قابلیتیں اور اس کے اخلاق و اعمالِ صالحات محفوظ رہ سکتے ہیں اور اُسکے ذریعے سے وہ اپنی ذات کو ایک اعلیٰ بقا ر نوع کی صورت میں منتقل کر سکتا ہے۔ اگر انسان میں نیک روح نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ نہ جمال ہے نہ مال ہے۔ نہ حسب وجاہ ہے۔ اور نہ علم و فضل کسی کام کا ہے۔ نہ اخلاق ہیں اور نہ ہی سعادت کی زندگی۔

مسئلہ ازدواج ایک اہم مسئلہ ہے اور اس کے متعلق ایک صحیح انتخاب کرنا بہت مشکل امر ہے۔ انسان کا علم بہت ہی محدود ہے نہ صرف محدود ہی بلکہ ناقص ہے۔ بسا اوقات ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ برسوں رہتا ہے۔ اور پھر بھی اس کا تجربہ اسکے اخلاق و اطوار کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے ایک راہ بتلائی ہے اور وہ دُعا ہے۔ چون کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر ایک نفس کے متعلق کامل علم رکھتی ہے اور کوئی شئی بھی نہ آسمان میں نہ زمین میں اُس کے علم سے پوشیدہ نہیں اور وہ ذات پاک بہتر سمجھتی ہے۔ کہ کون کون سے زوجین آپس میں مناسب اور بہتر ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ ذات اس بات پر قادر ہے کہ غلط انتخاب کے بعد بھی اپنی رحمت سے ایسے حالات پیدا کر دے۔ جو مقصود حقیقی تک پہنچنے کے لیے ممد و مددگار ہوں۔ اس لیے جناب نے ہمیں حکم دیا ہے کہ شادی سے پہلے استخارہ کر لیا کریں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور دردِ دل سے دعا کریں کہ وہ اپنے علم و رحمت و قدرت سے ایسی راہ کی طرف رہبری کرے جو سعادت دارین کا موجب ہو۔ اور اپنے ہر پہلو سے برکات رکھتی ہو۔ خطبۂ نکاح میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں اُن کا بھی ماحصل یہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک آیت میں فرماتا ہے

ولتنظر نفس ما قدمت لغد

یعنی نفس کو دیکھ لینا چاہیئے کہ کل کے لیے اس نے کیا سامان مہیا کیا ہے۔ ہماری جماعت کو صرف آج ہی ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں جو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مسیح موعود علیہ السلام کی دی ہوئی امانت کو اُٹھا کر اور دوسروں تک پہنچائیں بلکہ آج سے زیادہ ضرورت کل کے لیئے ایسی روحیں ہونی چاہئیں۔ جو اُس امانت کو اپنے اندر رکھکر ایک پاکیزہ زندگی کے ثمرات پیدا کریں۔ یہ ایک ایسی عظیم الشان ضرورت ہے کہ اس کو پورا کرنے کے لیے سارے آج کو کل کے لیے قربان کر دینا چاہیئے۔ ہر ایک احمدی ماں باپ کو اس کی فکر دامنگیر ہونا چاہیئے کہ وہ سب فکروں اور دھندوں کو بھلا دیں۔

اس غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے آج میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کا نکاح مہر النسا بیگم جو امیر محمد خاں صاحب کی لڑکی اور پروفیسر عطار الرحمٰن کی ہمشیرہ ہیں ایک ہزار مہر مقرر کر کے اسکا اعلان کرتا ہوں۔

میں بھی دعا کرتا ہوں اور سب احباب بھی دعا کریں کہ اس زواج کو خود زوجین اور ان کے اقربار اور ساری جماعت کے لیے مبارک کرے

آمین

ممبر پارلیمنٹ کو چھ ماہ کی قید

لنڈن ۱۹۔ نومبر مسٹر میلونی ممبر پارلیمنٹ کو آج باغیانہ اور منافرانہ تقریر کے جرم میں چھ ماہ قید کی سزا ملی ہے۔ اس کو دوسرے جرم میں ۴ ہزار پونڈ کی ضمانت ورنہ ۶ ماہ قید کی سزا اس لیے دی گئی کہ وہ خطرناک شخص ہے۔ ملزم کی طرف سے داخلہ اپیل کا نوٹس دیدیا گیا۔ وکیل سرکار نے مقدمہ میں کہا کہ پولیس کو اس کے مکان سے دو بھرے ہوئے پستول اور کارتوس ملے جن کا ملزم کے پاس لائسنس نہیں تھا ایک مطبوعہ رسالہ ملا جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک دنیا میں دوبارہ جنگ اور ایک اور رسالہ ملا کہ جب تک نہ دنیا ہماری نہ ہو جائے ہم ہتھیار نہ ڈالیں گے۔ ہم کوشش سے فوج کو ورغلا سکتے ہیں۔ جو کم از کم نصف تعداد میں ہماری طرفدار ہو جائے گی۔

چاوہ سیٹلمنٹ

ایسے مقامات جہاں گورنمنٹ نے جرائم پیشہ اقوام کو جمع کر کے اُن کو رکھا ہے۔ اور ان کے لیے محنت مزدوریوں کا سامان کر دیا ہے۔ ایسے مقامات سیٹلمنٹیں کہلاتے ہیں۔

سیٹلمنٹیں مختلف مذاہب کے سپرد کی گئی ہیں۔ بعض عیسائیوں کے سپرد ہیں۔ بعض سکھوں اور بعض ہندوؤں کے سپرد ہیں۔ ایسے ہی ہماری جماعت کو بھی گورنمنٹ نے چاوہ کی سیٹلمنٹ دی ہے۔ بعض سیٹلمنٹیں زراعتی ہیں۔ بعض صنعتی ہیں۔ ہماری سیٹلمنٹ صنعتی سیٹلمنٹ ہے

اس سیٹلمنٹ میں مرد عورتیں بچے سب ملا کر کوئی ڈیڑھ سو کے قریب آدمی ہیں۔ ہماری طرف سے بہت عمدگی سے کام ہو رہا ہے چونکہ ہم نمائش پسند نہیں۔ اس لیے بہت سی باتیں اخبارات میں درج ہی نہیں ہوتیں۔ حالانکہ بعض باتیں اُس میں بڑی مفید ثابت ہوتی ہیں۔ چاوہ سیٹلمنٹ ہمارے پاس ۱۳۔ جنوری ۱۹۱۹ء سے قبضہ میں ہے۔ ابتدا میں جرائم پیشہ لوگ صرف ۴۸ کے قریب تھے۔ اب گورنمنٹ نے عمدہ کام دیکھ کر ان کو بڑھا کر ۱۶۲ کر دیا ہے یہ لوگ تین اقوام کے ہیں راجپوت المعروف و ہارنی۔ کمل بلوچ اس وقت ہماری طرف سے جناب شیخ قطب الدین احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ۔ جناب میرزا مبارک بیگ صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کام کر رہے ہیں ان جرائم پیشہ نے جرم کرنے چھوڑ دیئے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور بہت سے اچھے ہو گئے ہیں۔ دریاں۔ تولیاں وغیرہ کپڑے اس سیٹلمنٹ میں تیار کیے جاتے ہیں جو بہت عمدہ اور مضبوط ہیں:۔

گورنمنٹ اس کام سے بہت خوش ہے اور امید کیجاتی ہے کہ شاید اور آدمی بھی دیئے جائیں :۔

عیسائیت کا حملہ ہندوستان پر

یہ خبر آج کل عام طور پر ہندوستان کے اخباروں میں گشت لگا رہی ہے کہ جرنل بوتھ ہندوستان کے لیے نئے پادری لائینگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کس زور سے از سر نو ہندوستان پر مذہبی حملہ کی تیاری کر رہی ہے۔ کاش مسلمان جاگیں اور دیکھیں کہ جن کاموں میں وہ وقت ضائع کر رہے ہیں وہ درست ہیں ہر سال عیسائی پادری کئی ہزار آدمی ہم میں سے نکال کر عیسائی بنا لیتے ہیں۔ جب وہ عیسائی ہو جاتے ہیں تو پھر وہ کبھی بھی دوسرے مذہب والوں کے ہمخیال نہیں ہوئے بلکہ عیسائیوں کے ساتھ ہاں اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اور اسی آواز کے ساتھ آواز دیتے ہیں۔ کاش کہ مسلمانوں کی توجہ علمی ترقی اور ان کے تمدن کی طرف جاتی نیز اشاعت اسلام کی طرف توجہ کرتے۔ اس کے برخلاف وہ ان کاموں پر روپیہ خرچ کر رہے ہیں جن سے کوئی نیک نتیجہ نہیں نکلتا۔ اتنا روپیہ جو آج تک مسلم لیڈروں کے قبضہ میں دیا گیا ہے اگر اشاعت اسلام پر لگایا جاتا آج تک ہندوستان کی کایا پلٹ جاتی۔ مگر ان کو اسطرف توجہ نہیں۔ یہ سہرا تو احمدیہ جماعت کے سر خدا تعالیٰ نے باندھنا تھا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان عیسائیوں کا مقابلہ احمدی مبلغ کریں گے۔ اور آج سے ایک سال بعد ہر سال ایک معقول تعداد مبلغین کی جو مدرسہ عالیہ احمدیہ پاس کرنے کے علاوہ مولوی فاضل ہوں گے اور دیگر مذاہب کے لیے علوم سے واقف دنیا کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔

خدا کی قدرت

میرزا نظام الدین صاحب قادیان کے رئیسوں میں سے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی تھے مگر اس سلسلہ میں نہ ہونے کی وجہ سے سلسلے کے سخت دشمن تھے۔ ان کے مکان نے زمانے کی گردشوں سے کئی رنگ دیکھے جن میں سے بعض کی وجہ سے وہ کسی دن "تاریخی مکان" کہلائے گا۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام اسی کے ایک حصے میں کھولا گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد ایک زمانہ وہ آیا کہ اسی مکان میں سلسلے کے خلاف منصوبے ہوتے۔ کبھی عدالتیں ہوتیں اور ملزموں کو سزائیں ملتیں۔ پھر وہ زمانہ بھی گزرا اور ایسے لوگ آ گئے جو مسجد مبارک میں ہماری جماعت کو نماز پڑھتے دیکھ کر ہنستے تھے مگر جلد ہی وہ زمانہ آ گیا کہ وہاں خاک اُڑنے لگی۔ لیکن جیسا ہلاکو خاں کے پوتے سے ہوا ویسا ہی میرزا نظام دین کے بیٹے سے ہوا۔ یعنی وہ سلسلہ حقہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے اپنے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے سایۂ عاطفت میں بکلی دیدیا۔ آپ نے ان کی شادی اپنے ایک نہایت مکرم کے ہاں یعنی حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے ہاں کر دی اب وہ مکانات حضرت صاحبزادہ بشیر احمد صاحب ایم اے کے زیر اہتمام عدالت کے طور پر بنائے گئے ہیں ایک حصہ میں نظارت امور عامہ کا دفتر تو پہلے ہی سے تھا اور دوسرا حصہ سامنے والا ویران پڑا تھا جو اب اس پاک سلسلہ کی وجہ از سر نو آباد ہوا اور اس میں سے ایک حصہ میں نظارت تعلیم و تربیت کا دفتر بنایا گیا اور دوسرے میں محتسب صاحب قادیان کا۔

غرض خدا کی عجیب قدرت نے کیا سے کیا کر دیا۔ کوئی اس کے بھید کو نہیں جانتا۔

اسلامیہ کالج لاہور میں سٹرائک

جبتک پرنسپل اور اسکے آرڈر علیحدہ نہ ہونگے لڑکے کالج سے نہ جائینگے

(تصویر کا ایک رُخ)

۱۶۔ نومبر کو مسٹر ہنری مارٹن پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے کچھ لڑکوں کو اپنے دفتر میں بلاکر کالج سے معطل کیے جانیکا حکم دیا تھا اس سے قدرتاً تمام کالج کے طلباء میں تشویش پیدا ہو گئی مگر یہ معطل لڑکے بضد تھے کہ وہ پرنسپل کے حکم کی تعمیل نہ کرینگے

پرنسپل کے حکم کی خلاف ورزی۔ ۱۷ر نومبر کو کالج کھلا تو معطل لڑکوں میں سے کچھ حسب معمول اپنی جماعتوں میں آئے تھرڈ ائر جماعت میں پروفیسر مسٹر عبد العزیز نے لڑکوں سے کہا کہ آپ میں سے جن لڑکوں کو پرنسپل صاحب نے کل معطلی کا حکم دیا تھا وہ آج جماعت میں نہ بیٹھیں۔ کیونکہ پرنسپل صاحب کا حکم ہے میں ان کو جماعت میں نہ بیٹھنے دوں۔ طلبا نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا جس پر پروفیسر نے پرنسپل کو بلا بھیجا۔

پرنسپل کی طلباء سے ہاتھا پائی۔ مسٹر ہنری مارٹن نے خود تھرڈ ایر کے کمرے میں آکر معطل لڑکوں کو کمرے سے چلے جانے کے لیے کہا مگر لڑکوں نے انکار کیا اس پر مسٹر مارٹن نے تھرڈ ایر کے دو طلبا مسٹر عبد السمیع اور مسٹر محمد امین کو بازو اور کرتہ سے پکڑ کر کمرہ سے باہر نکالدیا۔

فورتھ ایر کے طلباء سے بدسلوکی مسٹر مارٹن فورتھ ایر کلاس میں گئے اور اس کے معطل طلباء کو حکم دیا کہ وہ جماعت سے جائیں یہاں بھی طلباء نے تعمیل حکم سے انکار کر دیا اس پر پرنسپل صاحب نے طالب علم مسٹر سلطان محمد سے پوچھا کہ کیا تم پرنسپل کے حکم کی تعمیل نہ کروگے؟ اس نے جواب دیا کہ میں پرنسپل کے ایسے ناواجب حکم کی تعمیل کے لیے تیار نہیں۔ طالب علم مسٹر نذیر احمد نیازی نے پرنسپل سے کہا کہ آپ کو کسی لڑکے کو کالج سے معطل کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ پرنسپل مارٹن نے کہا کہ تم کیوں دخلت کرتے ہو۔

بھائی کے معاملہ میں مداخلت مسٹر نذیر احمد نے کہا کہ میرا مسلمان بھائی ہے اور مجھے ہر ایک حق حاصل ہے کہ اس کے معاملہ میں مداخلت کروں اسپر پرنسپل نے مسٹر نذیر احمد نیازی کو بازو سے پکڑ کر کمرہ سے نکالدیا۔ اور مسٹر سلطان محمد کو حکم لکھدیا کہ تمھیں کالج سے خارج کیا جاتا ہے۔ یہ حکم لیکر طالب علم کمرہ سے باہر چلے آئے اور سب طلباء نے سٹرائک کر دی

مسٹر مارٹن کو نواب ذوالفقار علیخاں لے گیے اپنی جماعتوں سے نکلکر طلباء نے میدان کالج میں جلسہ کرنیکا ارادہ کیا کہ مسٹر مارٹن کو اس ناشائستہ سلوک کے باعث جو انھوں نے طلبا سے کیا ہے فوراً کالج سے علیحدہ کیا جاے۔ ورنہ ہم ہرگز کالج نہ جائینگے اتنے میں معلوم ہوا کہ نواب ذوالفقار علیخاں اور چودھری شہاب الدین پرنسپل صاحب کے کمرے میں بیٹھے ہیں طلباء فوراً اس کمرہ میں گھس گئے اور نواب صاحب اور چودھری صاحب سے کہنے لگے کہ آپ مارٹن صاحب کو لیجاییے ہم ان سے ہرگز تعلیم نہ پائینگے لڑکوں کا پرزور مطالبہ دیکھکر نواب ذوالفقار علیخاں اور چودھری شہاب الدین مسٹر مارٹن کو اپنے موٹر میں بٹھا کر کالج سے لیگیے اسکے بعد طلباء نے مولوی حاکم علی بی اے کے پاس جاکر کہا کہ آپ چلے جائیں وہ بھی طلباء کا زبردست مطالبہ دیکھکر کالج سے چلے گئے۔

بورڈنگ ہوس کے سپرنٹنڈنٹ کا استعفےٰ طلباء مسٹر نظام الدین سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس کے پاس بھی گئے اور ان سے کہا کہ آپ کالج سے چلے جائیں چنانچہ اُنھوں نے طلباء کے مطالبہ کی تعمیل میں اپنا استعفےٰ طلباء کے سامنے لکھدیا۔

طلباء کا جلسہ اس کے بعد کالج کے پیچھے میدان میں طلباء کا جلسہ ہوا جسمیں ڈاکٹر کچلو۔ سید حبیب۔ چودھری غلام حسین خاں وغیرہ شامل تھے اس میں طلباء نے اصل حالات بیان کیئے۔ اور کہا کہ جبتک مسٹر مارٹن وغیرہ کالج میں ہیں گے ہم ہرگز کالج نہ جائینگے ڈاکٹر کچلو ملک لال خاں وغیرہ نے بھی تقریریں کیں۔ اُنھوں نے پرنسپل صاحب کی ناشائستہ حرکات پر اظہار ناراضگی کیا اور طلباء سے کہا کہ آپ جمیعت العلماء کے فیصلہ کا انتظار کریں۔

سکریٹری کالج کے پاس ڈیپوٹیشن ۱۶ر نومبر کی شام کو مسلمانان لاہور کا جو جلسہ بیرون دہلی دروازہ منعقد ہوا اس میں ایک ڈیپوٹیشن مقرر کیا گیا تھا کہ وہ سکریٹری کالج کو پرنسپل کے پاس جاکر دریافت کرے کہ کیوں پرنسپل مارٹن نے کچھ طلبا کو تحریک خلافت سے ہمدردی کے باعث کالج سے معطل کر دیا ہے؟ یہ ڈیپوٹیشن ۱۷ر نومبر کو ڈاکٹر اقبال کے پاس پہنچا اور ان سے اس معطلی کی کاروائی کے متعلق پوچھا۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ اندرونی معاملہ ہے۔ میں اس میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا۔ ہاں ذاتی طور سے میں پرنسپل مارٹن کی اس حرکت کو ناواجب خیال کرتا ہوں چنانچہ اُنھوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ایک خط مسٹر فضل حسین سیکریٹری کالج کمیٹی کو روانہ کیا۔ کہ اس بیجا کاروائی کے متعلق مناسب کاروائی کریں سو وفد مسٹر فضل حسین کے پاس گیا۔ وہاں سے جو گفتگو ہوئی وہ سخت مایوس کن تھی۔ وفد بظاہر ناکامیاب ہو کر واپس آیا + (پیسہ)

احمدی طلباء سٹرائک میں شامل نہیں ہوئے

اوپر کے واقعات سے خوب پتہ لگ سکتا ہے کہ کیسا بُرا نمونہ طلباء نے دکھایا ہے۔ اور پرنسپل کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ لیکن یہ ایک پاک امام ہی کی تعلیم ہے کہ جب کبھی سکولوں یا کالجوں میں سٹرائک ہوئی احمدی طلباء نے اپنا نمونہ بہت اعلیٰ دکھایا۔ اور اپنی روش کو نہ بدلا۔ باوجود اس کے کہ جب کئی سو طلباء ایک طرف ہوں چند طلباء کا اتنی تعداد کے خلاف ہو جانا جرأت اور صداقت کے بغیر نہیں ہو سکتا جب علیگڈھ کالج میں پہلی دفعہ سٹرائک ہوئی ہمارے طلباء نے اسوقت بھی بحمد اللہ عمدہ نمونہ دکھایا تھا جس کا کالجوں کے افسروں اور خود گورنمنٹ کے حکام کو اعتراف ہے۔

اُس وقت بھی جبکہ اسلامیہ کالج لاہور میں فساد کرنے والے کئی سو تھے۔ ہماری جماعت کے قلیل التعداد طلباء نے وہ جرأت اور دلیری دکھائی ہے جس کی نظیر کم نظر آتی ہے۔

یہ اخلاق حسنہ سلسلہ احمدیہ کی ہی جماعت میں میسر آسکتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

ولادت:۔ خدائے عزوجل علانے جناب عبد الوھاب صاحب بریلوی کے گھر میں ۱۶ر نومبر ۱۹۲۰ء کو قرۃ العین فرزند عطا کیا خدا تعالیٰ مُبارک کرے اور خادم دین بنائے۔ آمین۔ (محمد حبیب احمد احمدی بریلوی)

مبارک باد

بتقریب ولادت دختر بلند اختر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ادام اللہ فیوضہم

۲۸ - ۲۹ نومبر ۱۹۲۰ء کی شب تمام احمدیہ جماعت کے لیے ایک مبارک شب تھی ، جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی علیہ السلام کی حرم ثانی کے ہاں دختر بلند اختر پیدا ہوئی - اور اس کی آمد سے اک سے ہزار ہوویں بابرگ بار ہوویں کو پھر ایک دفعہ تازہ کر دیا - اور پہلے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں میں ایک اور کا اضافہ کر دیا -

مسیح موعود چونکہ خود ایک آیت اللہ تھا اور پھر اس کی ساری اولاد بھی خدا کے نشانات کے ماتحت ہے اور آپ کی اولاد کی اولاد تری نسلاً بعیداً کے ماتحت سب کے سب آیات اللہ ہیں اسلیے ہر وہ مولود مسعود جو مسیح موعود کے خاندان میں پیدا ہوتا وہ ایک آیت ہے - اور ایک نشان - پس ہر نشان ہمارے ایمانوں کو تازہ کرتا ہے ، ہم جب کسی نشان کو پورا ہوتا دیکھیں تو ہمکو خدا کی حمد کرنی چاہیئے - اور ہمیں چاہیئے کہ ہم جبین نیاز کو اس کے آستانہ الوہیت پر اس کی حمد اور تقدیس کرتے ہوئے گرا دیں ، کیونکہ اس کے فضلوں سے یہ نشانات نازل ہوتے ہیں -

لڑکی کی پیدائش ہمارے لیے کچھ کم فخر اور خوشی کی چیز نہیں - جیسے لڑکوں میں کسی کو معلوم نہ تھا کہ کون کل نور الدین اعظم ہوگا یا مسیح موعود ہوگا - اور کون فاروق ثانی کہلائے گا - اسی طرح سے لڑکیوں میں سے ہی نبی کریم کی ازواج مطہرات ، حضرت مریم حضرت ام المومنین جیسی عورتیں نکل سکتی ہیں - اسلام عورتوں کو مردوں سے کم درجہ نہیں دیتا - عورتیں بھی مردوں کی طرح نیکیاں کر سکتی ہیں - اور مولیٰ کو راضی کر سکتی ہیں ہم اس لیے لڑکیوں کی پیدائش پر لڑکوں ہی کی طرح سے خوش ہوتے اور خوشی مناتے ہیں

"اے آمدنت باعث آبادئ ما"

میں اس تقریب پر صدق دل سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور حضرت ام المومنین کے حضور

مبارک باد

پیش کرتا ہوں :- ع

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

اور اس کے بعد ساری جماعت کو اس مبارک تقریب پر مبارک باد عرض کرتا ہوں ، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولودہ مسعودہ کی عمر میں برکت دے + اور وہ تمام دنیا کے لیے ہدایت اور نور ہو - جس سے تمام دنیا کی قومیں روشنی پائیں + وہ ساری احمدیہ جماعت کے لیے اور اپنے والدین کے لیے قرۃ العین ہو + آمین

گزارندہ شیخ محمود احمد

ایڈیٹر الحکم قادیان

۲۹ نومبر ۱۹۲۰ء

گائے اور اسلامی شریعت

کسی قوم کے ہلاکت کے اسباب میں سے اسکا خدا تعالیٰ کی نصائح پر عمل پیرا نہ ہونا بھی ایک عظیم الشان سبب ہے۔

لوگ حیران ہونگے۔ کہ اسلام ابھی چند دن ہوئے۔ بام اقبال پر موجیں مار رہا تھا۔ اب سراسر یکدفعہ وہ ایسے گڑھے میں گرا۔ کہ جسکے متعلق اپنے اور بیگانوں نے اظہار نا امیدی شروع کر دیا۔ اور اس مسئلہ کو اب گویا نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اور حرمت کا سوال درپیش ہے۔ فرح اللہ لا القوم الکافرون ط

اور ہمیں اب مسلمانوں کی حالت از حد افسوس آتا ہے۔ کہ جب انکے ہاتھ سے دنیا گئی تھی۔ تو خیر صبر کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عجباً لامر المؤمن ان امرہٗ کلّہٗ لہٗ خیر لیس ذالک الا للمؤمن ان اصابتہٗ سرّاء شکر فکان خیراً لہٗ وان اصابتہٗ ضرّاءُ صبر فکان خیراً لہٗ۔ (رواہ مسلم) کہ مومن تکلیف پر صبر کرتا ہے۔ اور نعمت پر شکر بجا لاتا ہے۔ لیکن ان مصائب کیوقت مسلمانوں نے اسلامی شریعت کو خیر باد کہہ دیا۔ اور ہندوؤں کے ساتھ مکر بطور مداہنہ گائے کی قربانی سے رک گئے۔ تاکہ وہ خوش ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کفار کے متعلق فرماتا ہے۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ کہ وہ ہمیشہ تمہاری مخالفت پر کمر بستہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ تم کو اسلام سے پھیر لیں۔

قرآن کریم اور قربانی گائے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ احلّ لکم الطیّبات کہ تمام طیّب اشیاء تمہارے لئے جائز ہیں۔ اور غیر طیّب سے خصوصاً منع کر دیا۔ جب گائے طیّب ہے۔ تو پھر اسکو حرام اور غیر حلال قرار دینا اگر الحاد اور بے ایمانی نہیں۔ تو پھر اور کیا ہے۔

دوستو! دنیا کی ہرگز پرواہ نہ کرو۔ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ پر تم اسکے احکام کو ایک دم کے لئے نہ ٹالو۔

مسلمانو! یاد رکھو۔ زمین و آسمان ٹل جائیں۔ پر تم قرآن کو چھوڑ کر ہرگز ہرگز عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ اِنّ العزّۃ للہ جمیعًا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واحلّت لکم الانعام الا ما یتلیٰ علیکم (حج ع ۴) کہ تمہارے لئے سب چوپائے حلال ہیں۔ سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جاتے ہیں۔ جیسے سؤر وغیرہ لیکن ذرا ہوش حواس سے کہو۔ کہ کہیں گائے کے کھانے سے بھی منع فرمایا ہے؟ جب نہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹالنا اور حدیث سید الوریٰ کو پس پشت پھینکنا اگر ایمان ہے۔ تو صد حیف۔

گائے کے متعلق تمہاری بزرگوں سے خطاب

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔ کہ حج کی اغراض میں سے ایک غرض یہ ہے۔ ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام۔ کہ وہ ان چند دنوں میں خدا کے نام پر سب حلال جانور ذبح کریں۔ خواہ وہ گائے ہو۔ یا اونٹ یا بکری۔

پھر حکم دیا فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر۔ اسکو کھاؤ۔ اور دوسرے محتاجوں کو بھی دو۔ اور پھر کلیۃً فرمایا۔ ولکل امۃ جعلنا منسکاً لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام کہ ہم نے تم سے پہلے ہر ایک امت کیلئے قربان گاہ بنائی۔ جس پر وہ سب حلال جانوروں کی قربانی کرتے تھے۔ اب بھی اگر تم نہ مانو۔ تو دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے تا آپ جانیں۔ کہ آپ کدھر جا رہے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا طرز عمل

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کا قول بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا۔ کہ انّ اللہ یأمرکم ان تذبحوا البقرۃ کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ گائے ذبح کرو۔ اور ہم امت موسوی کے مثیل ہیں جیسے آیت وعد اللہ الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت منکم سے واضح ہوتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ ہم بھی ایک رنگ میں اسکے مخاطب ہیں۔ اسلئے مسلمانوں کا اسکو چھوڑنا ان کے لئے عذاب کا موجب ہوگا۔ نہ کہ باعث رحمت۔

قرآنی قصوں کی غرض!

اللہ تعالیٰ نے سورۂ ہود ع ۱۰ میں فرمایا ہے۔ وکلاً نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہٖ فؤادک وجاءک فی ھٰذہ الحق وموعظۃ وذکریٰ للمؤمنین۔ کہ ہم نے جو رسولوں کے واقعات بیان فرمائے ہیں۔ وہ دل کو مضبوط کرنے کیلئے ہیں۔ اور ان میں حق ہے۔ اور نصیحت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ہمارے لئے نصیحت رکھی ہے۔ کہ تم بھی اپنی شریعت سے نہ ٹلنا۔ خواہ ساری دنیا تمہاری مخالف ہو۔ اور اس قصہ کے ذکر سے مسلمانوں کو گائے کی قربانی کا حکم مدنظر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا طرز عمل!

عن جابر قال مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

عام الحدیبیۃ البدن عن سبعۃ والبقرۃ عن سبعۃ ۔ (رواہ مسلم)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم کے ساتھ صلح حدیبیہ کے سال اونٹ اور گائے سات سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا ۔ اب اس سنت رسول کو چھوڑنا عین ضلالت ہے ۔

اسلام کی نصیحت لیکن اسلام ہمیں کسی انسان کی دل آزاری کا حکم نہیں دیتا ۔ اسلئے ہمیں ان بیانات سے کسی کی دل شکنی مدنظر نہیں ۔ بلکہ شریعت اسلام کا ایک فرض کی یاد آوری مقصود ہے ۔

والسلام

(اللہ دتا جالندھری)

عجائبات عالم

مُردوں کا ٹیلیفون

زندوں کا ٹیلیفون تو آپ نے دیکھا ہوگا ۔ بلکہ اس میں بات چیت بھی کی ہوگی ۔ مگر مردوں کے ٹیلیفون کا نام کبھی نہ سنا ہوگا ۔ جو عنقریب ایجاد ہونیوالا ہے ۔ اس ایجاد کا سہرا غالباً مسٹر ایڈیسن ہی کے سر بندھیگا جنہوں نے ٹامس میں نیویارک سے یہ تار دیکر کہ بہت جلد مکمل مردوں کا ٹیلیفون ایجاد کرنیوالے ہیں ۔ ہلچل ڈالدی ہے ۔ مسٹر ایڈیسن اچھے آدمی نہیں ۔ انہیں تباہ کن انسان کہنا نامناسب نہ ہوگا ۔ انہوں نے گیس کی مٹی خراب کی اور بجلی کو اسکی جگہ دی ۔ انہوں نے ٹیلیفون بنا کر تار برقی کو لوگوں کی نظروں سے گرادیا ۔ انہوں نے فونوگراف ایجاد کر کے گانے کا مزہ کرکرا کر دیا ۔ انہوں نے بائسکوپ بنا کر تھیٹر کا لطف غارت کر دیا ۔ غرضیکہ وہ بڑے برباد کن انسان ہیں ؛

ہم سوچتے ہیں کہ اگر یہ خطرناک اُڑپردہ وجود میں نمودار ہوگیا ۔ تو بڑا غضب ہو جائیگا ۔ ہم خاص ملٹن کی زبان سے ان کے گیت سُن سکیں گے ۔ ہمیں شکیپیر خود آکر اپنے ڈراما سنائیگا ۔ پھر مورخوں کو بھی کیا ضرورت باقی رہ جائیگی ۔ نپولین بونا پارٹ کو بلا کر آپ اسکے کارنامے معلوم کر سکیں گے ۔ شہزادہ بسمارک آپکے کان سے کان لگا کر سائنس کی مخفی کارنامے بتادیگا ۔ پھر تو شاید خفیہ پولیس کی بھی ضرورت نہ رہیگی ۔

لارڈ ہارڈنگ کے مہاوت کو جس نے بم مارا تھا ۔ اسکا حال خود معلوم ہو جاتا ۔ اگر اس زمانہ میں یہ مردوں کا ٹیلیفون ایجاد ہوگیا ہوتا ۔ کیوں خفیہ پولیس دلی کے کوچے اور گلیاں چھانتی پھرتی ۔ خود مہاوت ہی اس ٹیلیفون کے ذریعہ نہ پوچھ لیا جاتا ۔ کہ حضرت آپ کو کن بابو صاحب نے بم مارا تھا ؛

اردو کے بڑے شاعر غالب نے نجانے کس ترنگ میں کہا ۔ ع

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

ہمیں افسوس ہے ۔ کہ ہمارے پاس یہ مردوں کا ٹیلیفون کیوں نہ ہو ۔ ورنہ آج کم از کم غالب صاحب سے جنت کی حقیقت ہی پوچھ لیتے ۔ نیز ہنٹر کمیٹی کے ہاتھ میں یہ ٹیلیفون دیدیتے ۔ اور ڈائر کی مشین گن کے شہیدوں سے اس ناپاک ہستی کے کارناموں کی شہادت دلا دیتے ؛

بہرحال جیسا کہ یقین ہے ۔ اگر مسٹر ایڈیسن نے یہ ایجاد مکمل کر لی ۔ تو وہ غالباً ایک ایسی خدمت ادا کرینگے ۔ جو اس عہد مادہ پرستی میں بہت زیادہ قابل قدر ہوگی ۔ اور خود مارٹین کے مشاہدات ایک عالم روحانیات کے وجود کو ثابت کردیگا ؛

(پیسہ)

بقایا دار اپنا اپنا بقایا مہربانی کر کے صاف کریں ؛ (مینیجر)

مندر میں نماز باجماعت

حسب استدعا اراکین خلافت کمیٹی آسنسول مولنا عبدالغفور صاحب پشاوری کو کچھ عرصہ کیواسطے اس علاقہ میں بغرض تبلیغ و اشاعت دورہ کرنے کا حکم دیا گیا ۔ اور مولنا نے اپنی مساعی جمیلہ اور موثر تقریروں سے تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو گرویدہ کر لیا ۔ یہ شہر اتحاد ہندو مسلم کا ایک شاندار نظارہ پیش کر رہا ہے ۔ ہندو مسلمانوں کی باہمی شکررنجیاں بالکل مٹ گئیں ۔ قومی عدالتیں قائم ہوگئیں ۔ اور بہت مقامات بھی فیصلہ کر دکھائے ۔ عدالتوں کے مقدمات کے باہم راضی نامے ہوگئے ۔

سوامی سیتانند جی نے مولنا کو اطراف جہریا فیلڈ میں بغرض تقریر بلایا ۔ سوامی جی نے تمام سیٹھ صاحبان کی ہمراہی میں جنمیں مارواڑی و گجراتی مالکان کوئلہ کھاد بھی کثرت سے موجود تھے ۔ استقبال کیا ۔ ایک مندر میں معہ تمام مسلم ہمراہیوں کے ٹھہرایا ۔ اور چاء و ناشتہ اسی شوالہ کے اندر معہ سوامی جی کے کھلایا گیا ۔ بعد فراغت مولنا کا تعارف کرایا گیا ۔ نماز مغرب کا جب وقت ہوا تو مولنا نے باہر جاکر نماز ادا کرنی چاہی ۔ جس پر سوامی جی نے کہا ۔ اسی شوالہ میں ادا کر لیجئے ۔ چنانچہ ہمراہیاں مولنا نے اذان کہہ کر باجماعت نماز ادا کی ۔ اور اکثر ہندو صاحبان دوران نماز میں دست بستہ باادب کھڑے رہے ۔

جب مولنا جماعت سے فارغ ہوئے ۔ تو مہاتما گاندھی کی جے ۔ مولنا ابوالکلام کی جے ۔ مولنا شوکت علی و محمد علی کی جے ۔ مولوی عبدالغفور کی جے ۔ مادر ہند کی جے کے نعروں سے تمام مندر گونج اٹھا ۔ اسکے بعد مولنا نے دو گھنٹہ تک برکات اتفاق احترام ملک اور دیسی صنعت و تجارت کو فروغ پر تقریر کی ؛

سفرنامہ

سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب

گذشتہ سے آگے

سلسلہ کیلئے ملاحظہ فرمایئے۔ اخبار الحکم ۱۴ دسمبر ۱۹۱۹ء تا ۷ جنوری ۱۹۲۰ء

ابھی تین ماہ نہیں گذرے تھے۔ کہ مجھے شہر قاہرہ کی بود باش سے کچھ نفرت ہو گئی۔ اسکی وجہ زیادہ تر یہ تھی۔ کہ میری تعلیم کا میرے حسب خواہش کوئی انتظام نہیں ہوا تھا جامع ازہر کا حال تو آپ پڑھ سن چکے ہیں۔ اسکے علاوہ ایک اور یونیورسٹی تھی۔ جسکا نام نامی جامع خدیب ہے یہ یونیورسٹی ایک عظیم الشان لیکچر گاہ تھا۔ جسمیں ہر علم و فن میں نہایت ہی قابل تعلیم یافتہ پروفیسر ہفتہ میں دو تین بار فی اپنی باری پر لیکچر عربی زبان میں دیا کرتے تھے۔ اور اس یونیورسٹی میں سند حاصل کرنیکی غرض سے داخل شدہ طلباء یا بیرونی شائقین علم۔ دو نو رات کو ۹ بجے لیکچر سننے کی غرض سے مختلف ہالوں میں جمع ہوا کرتے تھے۔ اور پروفیسر باقاعدہ سٹیج پر کھڑے ہو کر فصیح عربی زبان میں لیکچر دیا کرتے تھے۔ جہاں تک میں عربی سمجھ سکتا تھا۔ وہ قابل استاذ معلوم ہوتے تھے اور ان کی تنخواہیں فی گھنٹہ ۱۰-۱۲-۱۵ پونڈ تک تھیں جن پروفیسروں کی لیکچر سننے اور ان سے ملنے کا مجھے اتفاق ہوا ان میں سے قابل ذکر ایک عالم فاضل استاد ہیں۔ انکا نام گرامی شیخ محمد خضری ہے۔ یہ علم تاریخ میں لیکچر دیا کرتے تھے۔ خاصکر اسلامی تعلیم کے متعلق انکے معلومات اور تحقیقات بہت وسیع اور معقول ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلعم کی سوانح اور اسلام کے متعلق ایک تاریخ بھی لکھی ہے۔ جسکا نام تاریخ اسلام ہے۔ صورت و سیرت اور طرز گفتگو وغیرہ سے بہت پسندیدہ اور دلکش انسان ثابت ہوئے۔ اور میں اسوقت بھی اپنے دل میں انکے متعلق ایک عزت اور محبت کا شعور محسوس کر رہا ہوں مجھے

یاد ہے۔ کہ جس رات میں اس یونیورسٹی کو دیکھنے کے لئے گیا۔ ان کا لیکچر سلطان تیمور کے متعلق تھا اس میں انہوں نے تیمور کے متعلق مؤرخوں کی رائیں بیان کر کے اپنی رائے کو دوسرے لیکچر میں بیان کرنے کے لئے وعدہ کیا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ ہندوستان سے دو نوجوان تشریف لائے ہیں اور میں بہتر سمجھتا ہوں۔ کہ سلطان تیمور کے متعلق ان سے بھی دریافت کر لوں۔ لیکچر ختم ہونے کے بعد ہمیں الگ کمرے میں لیگئے۔ اور مجھ سے سلطان تیمور کے متعلق سوال کیا۔ میں نے مختصر الفاظ میں اس کی تعریف ہی کی اور اسکے عظیم الشان مقصد یعنی اتحادِ اسلام کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم تھا۔ میں نے بتلایا۔ اور کہا کہ ہم باوجود اسکے کہ اسنے ہندوستان میں خوب قتلِ عام کیا۔ نہایت ہی قابل قدر بادشاہ ہو سے شمار کرتے ہیں۔ دشمنوں نے ان کے متعلق بہت کچھ یادہ گوئی کی ہے۔ اور اس قسم کی ہرزہ درائی کی ہے۔ اور اسکو تاریخ کیلئے قابل اعتبار مصدر جاننا درست امر نہیں ہے۔ اسکو سنکر آپ کچھ متعجب ہوئے۔ اور کچھ سوچ بچار میں پڑ گئے۔ غرض اس ملاقات سے وہ مجھ سے بہت خوش ہوئے۔ اور میرے قاہرہ کو چھوڑ دینے کے عزم کے متعلق سنکر مجھ سے وعدہ کیا۔ کہ وہ مجھے ہفتہ میں دو یا تین دفعہ سبق دینے کے لئے تیار ہونگے۔ اور مجھے بیروت جانے سے منع کیا۔ مگر میں نے ارادہ کر لیا ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس ارادے کے پورا کرنے کے لئے سامان بھی مہیا کر دیئے ہوئے تھے۔ اس لئے میں نے ان کو یہ کہکر ٹالدیا کہ میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔ میں اسکے متعلق غور کرونگا۔ مجھے مصر میں خاطر خواہ تعلیم حاصل کرنے سے تقریباً مایوسی ہی ہو چکی تھی۔ جن مصری تعلیم یافتہ نوجوانوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ وہ مجھ سے سوائے انگریزی بولنے کے اور زبان بولنے کے لئے تنزل

نہیں کرتے تھے۔ اگر میرے کہنے سننے سے میری خاطر عربی زبان بولتے بھی تو وہ زبان ایک عامی زبان ہوتی تھی۔ جسکو میں کیا میرے فرشتے بھی نہیں سمجھتے تھے۔ قوم کے انحطاط کے علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے۔ کہ ان کی زبان جو کہ ان کے افکار کے اظہار کرنیکا ذریعہ ہوتی ہے۔ اپنی اصل صورت و شکل سے بالکل دگرگوں ہو جاتی ہے۔ اور ایک قوم جسمیں اپنائیت یعنی ذاتیت مسخ ہو چکی ہوئی ہو۔ وہ ایک دوسری قوم کے اطوار و عادات و افکار و خیالات اور ان کی زبان کی نقل و تقلید کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اسلئے مجبور ہو جاتی ہے۔ کہ انسان بالطبع مقلد ہے۔ اور بالطبع مقلد ہونے سے میری مراد یہ ہے۔ کہ جب وہ دائرہ اجتماع میں قدم رکھتا ہے۔ تو وہ اپنے جیسے انسانوں کے مجموعی اطوار و عادات سے متاثر ہو کر ان کو اختیار کرنا چاہتا ہے۔ ان سے جو سنتا ہے۔ اور جسطرح سنتا ہے۔ اسکی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ جو اس کے اندر اپنے خیالات و افکار ہوتے ہیں۔ ان کو دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اور دوسروں کے افکار و خیالات پر مطلع ہونیکی رغبت اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ اس بنا پر وہ اجتماعی کی ضرورت کے پورا کرنے کے لئے وہ زبان کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست ہوگا۔ کہ زبان دانی انسان کی اجتماعی ضرورت کا نتیجہ ہے۔ اب وہ قوم جس میں زندگی کی قوتیں کمزور ہو گئی ہیں۔ اور ان کی ضرورتیں کم ہو کر صرف اسی قدر رہ گئی ہیں۔ کہ وہ دیگر حیوانات کیطرح زندہ ہی رہ سکے۔ ایسی قوم کے افکار اور خیالات اور امیدیں بھی بہت مختصر اور ادنے ہونگی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ان کے اظہار کرنے کے لئے ان کی زبان بھی ویسے ہی ادنیٰ اور مختصر سی ہو جائیگی۔ زبان کا انحطاط اور اسکی طرف سے بے رغبتی اسباب کی دلیل ہے کہ اہل زبان بھی اپنے خیالات و افکار اور اپنی اجتماعی

ضرورتوں میں بہت ہی محدود رہ جاتی ہیں۔

چودھویں صدی کا مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اُسکو خطرناک شکست

از جناب محمد نصیب صاحب ہیڈ کلرک قادیان

جب ایک مضبوط اور ایک کمزور انسان کا باہم مقابلہ ہوتا ہے تو مضبوط اور تندرست آدمی اس مقابلہ میں حوصلہ اور بردباری سے کام لیتا ہے۔ لیکن جان سے بیزار۔ سڑیل اور کمزور انسان اُسکے گلے کا ہار ہو جاتا ہے۔ اور بدزبانی پر اوتر آتا ہے اسی طرح سے جب دو اشخاص کا دلائل سے مقابلہ ہوتا ہے تو معقول دلائل سے خالی ہاتھ انسان بات کو یا تو ہنسی یا ٹھٹھول میں ٹالتا ہے یا بالآخر تنگ آکر گالیوں پر اُتر آتا ہے۔ یہی حال بیچارے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا ہے۔ جو نام کو تو شیر پنجاب کہلاتے ہیں اور دلیری سے حملہ تو کر بیٹھتے ہیں مگر پیچھے لومڑی کی طرح دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں اور کبھی کسی سے مقابلہ کی ٹھانتے ہیں اور کبھی کسی سے۔ اور شامت اعمال اُن کو چین نہیں لینے دیتا۔ چنانچہ گزشتہ دنوں سید عنایت علی شاہ وزیر آبادی کے ساتھ اپنی فرضی عزت کی خاطر دست بگریبان ہوئے۔ آخر عدالت تک نوبت پہنچی مگر بدقسمت چودھویں صدی کے مولوی کی شومئی اعمال کہ فرضی عزت لیکر گھر واپس آنے کی بجائے وہاں کھلی عدالت میں مدت تک مدعا علیہ اسکے گواہ اور وکیل مولوی صاحب کا حسب و نسب بتا کر وہ مٹی پلید کرتا رہا کہ شیر پنجاب کو لینے کے دینے پڑ گئے اور بالآخر باوجود مدعی ہونے کے فریق مخالف سے صلح کر کے جان چھڑانی پڑی۔ کبھی مولوی عبدالحق اڈیٹر اخبار اہل سنت والجماعت امرتسر کے خلاف عدالت میں دوڑ گیا۔ آخر وہاں بھی سزائے جرمانہ حاصل کر کے خائب و خاسر رہا۔ اندنوں مولوی صاحب راقم سے بھی برسرپیکار ہیں۔ اور زبردستی مجھ سے حرام زادہ کہلانے کا شوق آپ کو دامنگیر ہے۔ مولوی صاحب چاہتے تھیں کہ کوئی ایسی تجویز ہے کہ جس سے حضرت میرزا صاحب کے مقابل پر منہ مانگی مراد سے جان چھٹے۔ مگر ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جو حضرت میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد گزر رہا ہے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تجھے منہ مانگی مراد یعنی یہ کہ بدکاروں۔ شریروں اور دغابازوں وغیرہ کو لمبی عمر ملا کرتی ہے۔ مل رہی ہے اور یہ ذلت رسوائی اور روسیاہی تاقیامت تجھ پر سوار رہیگی اب اس سے فرار کیا؟ مولوی ثناء اللہ نے مجھ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ "حرام زادہ کی رسی دراز" والے الفاظ دکھا دو تو میں ایکہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اور نیز میں بھی حرامزادہ اور میرا باپ بھی حرامزادہ ہو گا" میں نے اخبار پیغام صلح مورخہ ۳۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء میں اس کا یہ جواب دیا تھا کہ قطع نظر اس کے کہ یہ شرط جائز بھی ہے یا نہیں اور یہ کہ باپ غریب نے کیا قصور کیا ہے کہ نامعقول شرط تو بیٹا کرتا پھرے اور حرامزادہ باپ بنے میرا اطمینان نہیں ہوتا کہ مطالبہ کا جواب دیدینے پر بعد میں ایکہزار روپیہ انعام دیدوگے اور دوسری شرط مذکورہ بالا بھی تسلیم کر لوگے۔ ہاں ایک طرح سے میری تسلی ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ اخبار اہل حدیث میں شائع کر دو۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے مقابل پر میں نے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۶ر اپریل سنہ ۱۹۰۷ء میں جو معیار شائع کیا تھا کہ صادق کاذب کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ کیونکہ بدکار۔ جھوٹا۔ دغاباز۔ مفسد اور نافرمان کو لمبی عمر ملتی ہے اس معیار کی رو سے حضرت میرزا صاحب کے مقابل لمبی عمر پاکر واقعی میں بدکار۔ جھوٹا۔ دغاباز۔ مفسد اور نافرمان الٰہی اور کاذب ہوں۔ اس سے میرا اطمینان ہو جاوے گا اور میں سمجھ لوں گا کہ آپ کے مطالبہ کا جواب دینے پر آپ آئندہ بھی انصاف سے کام لیں گے۔ مگر جبکہ ابھی آخری شرط ہضم کر گئے۔ جس کے میرے پاس کئی گواہ ہیں۔ اور خود مولوی صاحب نے بھی اس سے انکار نہیں کیا کہ انھوں نے بلا میری درخواست کے خود ہی شوق سے بھری مجلس میں یہ شرط منظور کی تو آئندہ ہزار روپیہ والی شرط بھی سہولت سے اُڑا دیں گے۔ بجائے اس کے کہ اس بات کا معقول جواب دیکر مولوی صاحب اپنے مطالبہ کا جواب لیتے یہ چودھویں صدی کا مولوی گالیوں پر اُتر آیا۔ اور ہنسی ٹھٹھول میں جو شرفا کی شان سے بعید ہے اصل بات کو ہضم کر کے اب عادت کے مطابق اپنی جان چھوڑانا چاہتا ہے اور یہی خدا کے فضل سے ہماری عظیم الشان فتح ہے اور مولوی جی کی خطرناک شکست۔

ہم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہیں۔ گالیاں اور پتھر کھانیوالے ہیں۔ گالی کا جواب گالی اور پتھر کا پتھر سے نہیں دینا چاہتے۔ یہ کام تو طائف کے بدمعاشوں اور اُن کے بھائیوں کے حصے میں آیا ہوا ہے۔ اور نہ ہی قرآن کریم ہمیں جائز دیتا ہے کہ ایسا کریں چودھویں صدی کے مولوی ہی کو یہ حرکات زیبا ہیں۔ جو نہ قرآن کریم اور نہ حدیث شریف کی پرواہ کریں۔ ایسے ہی حضرات کے حق میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ اور بالکل مثل یہود ہو جاویں گے" اگر مولوی صاحب اپنے رنگ ڈھنگ کا جواب دیکھنا چاہتے ہیں تو عدالت امرتسر سے نقل مسل مقدمہ منگا کر دل پر چالیں ممکن ہے اُن کو اپنا حسب و نسب بھول گیا ہو۔ یہ امر کہ پیغام صلح میں جواب دیا گیا۔ انکو مطالبہ کے جواب سے سروکار ہے نہ کسی خاص اخبار سے۔ اور ابھی مولوی صاحب گھبراتے کیوں ہیں شکر کریں۔ یہیں تک خیر گزری ورنہ میرا تو منشار تھا کہ امرتسر کے کسی غیر احمدی اخبار میں یا خاص اہل حدیث میں ہی جواب شائع ہو۔ تا غیر احمدی پبلک کو مولوی صاحب کی تہذیب و شرافت کا علم بخوبی ہو جائے۔ مگر چونکہ امرتسر اس وقت مخالفت کا

زور ہے ایسا ہونا مشکل تھا۔ اور خود مولوی صاحب بھلا اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی کیوں مارنے لگے تھے درصل مولوی صاحب کے گھبرانے کی یہی وجہ ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اخبار الفضل کی اشاعت صرف احمدیوں تک ہی محدود ہے اور ان میں تو میری کوئی عزت نہیں۔ البتہ غیر احمدی پبلک میں کچھ فرضی عزت ہے۔ کسی دوسرے اخبار میں اشاعت سے ضائع ہوتی ہے۔ ورنہ مولوی صاحب کو مبائعین اور غیر مبائعین کی دشمنی کی تو فکر نہیں۔ وہ تو ذلت سے گھبرائے ہیں۔ اگر ہمارے درمیان اختلاف ہے تو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان بھی تو تھا۔ مگر جیسے وہ باطل کا سر کچلنے کو ایک تھے ویسے ہی خدا کے فضل سے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دشمن کا سر کچلنے اور اُس کا بھیجا نکالنے کو ایک ہیں +

اخیر میں میں فرقہ اہلحدیث کو ایک ضروری بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ وہ یہ کہ افسوس تمہارا لیڈر ایسا بیہودہ ہے کہ لوگوں کی پگڑیوں پر ہاتھ پھیلا کر پبلک میں آئے دن ذلیل خوار ہوتا رہتا ہے۔ اور امرتسر کی عدالتوں میں سخت بدنام ہو چکا ہے۔ اور اس کے متعلق وکلاء کے بہت ہی ناشائستہ سوالات وجرح سے مسلیں پُر ہیں۔ جنہیں وہ کسی طرح مٹا نہیں سکتا۔ اگر سب لوگوں کو اس تھوڑا سا بھی علم ہو جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شریف انسان ایسے شخص سے تعلق رکھنا پسند کرے۔ چونکہ وہ اپنی کوئی عزت نہیں سمجھتا اسلیے دوسرے کی عزت اُتارنے سے فرق نہیں کرتا۔ مگر اسوقت تو جہان بھر کی ذلت اسنے کے حصے میں ہے۔ وہ کسی معقول سوال کا جواب جسے آپ لوگ دوسرے اخبار میں پڑھتے نہیں دے نہیں سکتا۔ ہاں اپنے اخبار میں اُس پر استہزا کر کے آپ لوگوں کو خوش کر دیتا ہے۔ مگر شرفا اس سے خوش نہیں ہوتے۔ پھر افسوس ہے تمہارے ایسے لیڈر پر جس نے اپنا عقیدہ مجسٹریٹ کے سامنے عدالت میں کھڑے ہو کر بھرے مجمع میں یوں بیان کیا۔ کہ

"جھوٹ اگر ایک دفعہ بولا ہے اور ہزار آدمیوں میں پھیلایا گیا ہے وہ کذاب نہیں ہوگا۔ اور دروغگوی جعلسازی بہتان باندھنے والا افترا باندھنے والا دغا دینے والا ایک معنی سے متقی ہے بشرطیکہ خدا کی توحید پر قائم ہو"

غرضکہ تمہارے لیڈر کے نزدیک لا الٰہ الا اللہ پر اعتقاد رکھکر آدمی جو چاہے کر سکتا ہے۔ بس اب غور کر لو کہ تمہارا وکیل ایک شریف آدمی ہے یا رذیل؟ اور تم ایک شریف کو اپنا لیڈر بنانا چاہتے ہو یا رذیل کو؟ جو جگہ جگہ اپنے حسب ونسب کو خراب کرتا پھرتا ہے۔

اے اہل حدیثو! الیس منکم رجل الرشید ‡

کاش مولوی ثناء اللہ صاحب معقول رنگ میں میرے مطالبہ کو پورا کر کے اپنے سوال کا جواب سنیں +

غیر احمدیوں کے فتنہ وشر نے جماعت احمدیہ شاہجہانپور کو سخت پریشان کیا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو جلد دور فرمائے۔ دوست خاص طور سے دعا فرما کر مشکور فرمائیں ‡ (ایڈیٹر)

خطبۂ نکاح

یہ خطبۂ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کا ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء کی شام کو بعد از نماز مغرب پڑھا اگرچہ خلاصۃً یہ خطبہ شائع کیا جاتا ہے۔ مگر جسقدر بھی شائع کیا جاتا ہے وہ ہماری جماعت کے لیے ازبس مفید اور نصب العین ہونا چاہیئے۔

{ایڈیٹر}

کائنات عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بقاء نوع کی خواہش ان کا فطرتی تقاضا ہے۔ ان میں سے خاص کر وہ موجودات جو معرض زوال میں ہیں ان کے اندر ایسی قوتیں اور خواہشیں موجود ہیں کہ وہ انھیں اس جستجو میں لگائے رکھتی ہیں کہ وہ ایسے ذریعے مہیّا کریں جس سے اُن کی ذات کسی نہ کسی صورت میں قائم رہے۔ جمادات کی باریک در باریک خواص کا ابھی تک ہمنے کما حقہ احاطہ نہیں کیا۔ اور نہ ہمارا موجودہ علم ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم ان جمادات کے اندر کسی قسم کے احساسات کے پائے جانے سے انکار کریں نہ معلوم کہ آئندہ تحقیق ان کے متعلق کیا ظاہر کرے گی۔ مگر باوجود اس علمی نقص کے ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ ان میں بھی بقاء نوع کا سلسلہ موجود رہے اور اُن میں ایسی قوتیں ہیں جو ان کی نوعیت کو محفوظ رکھتی ہیں۔ کوئی قوت بھی ان کی نیست و نابود نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی ... سے کوئی قوت مفقود ہو جائے تو وہ درحقیقت مفقود نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک دوسرے وجود میں منتقل ہو جاتی ہے۔

ایسا ہی نباتات کو لو تو ان میں بھی ہمیں یہ نظارہ ملے گا کہ ہر ایک درخت اپنی ذات کو ایک بیج کے مادے اور شکل میں منتقل کر کے اسے محفوظ رکھنے کی پوشیدہ قوت رکھتا ہے اور خالق قدرت نے اُس بیج کو پھر اُس درخت جیسی شکل و صورت میں ظاہر ہونے کے لیے قسما قسم کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ موجودہ علم نے نباتات کے متعلق بحث و تحقیق کرتے ہوئے آخر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان میں بھی حیوانات کے سے احساسات و انفعالات موجود ہیں۔ پس یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ خود درختوں کی طبیعت میں بھی یہ مخفی تقاضا پایا جاتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو باقی رکھیں۔

حیوانات میں بھی ہم یہی مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ حیوان حتّٰی کہ ایک کیڑہ بھی یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی نوع باقی رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے باقی رکھنے کے لیے اسباب موجود کر دیئے ہیں۔ اس قانون فطرت کے ماتحت انسان میں بھی یہ خواہش لگی ہوئی ہے کہ وہ اپنی ذات کو ایک دوسرے وجود میں منتقل کر کے اُسے دنیا میں باقی رکھے۔ خواہ کوئی انسان اسے محسوس کرے یا نہ کرے۔ کوئی بھی ایسا فرد بشر نہیں ہے جس میں یہ بقاء نسل کی خواہش نہ ہو۔ ضرور ہر ایک انسان چاہتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے اپنی ذات کو کسی دوسری ہستی میں منتقل شدہ دیکھ لے اور یہ خواہش اس میں ایسی قوی اور مستحکم ہے کہ بعض وقت اس کے پورا کرنے کی خاطر اُسے اعلیٰ کو ادنیٰ کے لیے قربان کرنا پڑتا ہے۔

بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی بچہ موت کے خطرے میں آجاتا ہے تو اُس کے والدین اُس کو بچانے کے لیے اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈالدیتے ہیں۔ خود ہلاک ہو جائینگے لیکن یہ دیکھنا کبھی گوارا نہیں کرینگے۔ کہ وہ بچہ جو کل کو اُن کی بقاء نوع کا ذریعہ ہے۔ موت کا شکار ہو جائے۔ بارہا واقعات سننے میں آئے ہیں کہ ماؤں نے اپنے بچوں کو بچانیکے لیے اپنے آپ کو دریا یا آگ میں پھینک دیا اس سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ خواہش انسان میں کسقدر زبردست ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پورا کرنے کے لیے اپنی ہستی بھی ہیچ ہے۔ جن بچوں کو بچانے کے لیے والدین نے اپنے آپ کو ہلاک کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ بچے بچ کر زندہ بھی رہینگے۔ یا زندہ رہکر اپنے والدین سے اعلیٰ اور زیادہ قابل ہوں گے تاہم صرف ایک خیال اور اُمید کی بنا پر والدین کو جو کہ موجودہ حالت میں اپنی اولاد سے اعلیٰ تھے قربان ہو گئے۔ یہ ہمیشہ ضروری نہیں کہ ادنیٰ اعلیٰ کے لیے قربان ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات اسکے برعکس بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک اعلیٰ شئے ادنیٰ چیز کی خاطر قربان کرنی پڑتی ہے۔ بلکہ بعض وقت یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں سے اعلیٰ کون ہے؟ اور ادنیٰ کون ہے؟ اور باوجود اس کے ایسی راہ اختیار کرنی پڑتی ہے جس سے بقاء نوع کی اُمید بر آسکے۔

نہ صرف انسان میں ہم دیکھتے ہیں کہ بقاء نسل کے لیے جان جوکھوں مصیبتیں جھیلتا ہے اور اپنے آپکو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ حیوان بھی انسان سے کچھ کم جاں فشانی نہیں دکھاتا۔ ایک مرغی کو دیکھیے کہ جوں ہی اُس سے کئی درجہ زبردست پرندہ یا درندہ اسکے بچوں کو اُٹھا لیجانے کے لیے چھاپا مارتا ہے تو فوراً پروں کو پھیلاتی اور غصّے سے جھنجھلا کر شور و غل مچاتے ہوئے اس پر حملہ کر دیتی ہے۔ حالانکہ وہ اُس دشمن کے مقابل میں نہایت ہی کمزور ہوتی ہے۔ اور غالباً اپنے اس مقابلے میں خود ہی شکار ہو جاتی ہے۔ یا بچوں کو اُس کے منہ سے چھڑا نہیں سکتی۔ مگر وہ جتنا کہ اس سے ہو سکتا ہے انکی سلامتی کے لیے جد و جہد کرتی ہے اور اسے اپنی جان کی مطلق پروا نہیں ہوتی۔